محمد عامر ملغانی☆ / ڈاکٹر شذرہ حسین☆☆

# ڈیرہ غازی خان میں اقبال شناسی: ایک تحقیقی جائزہ

# Iqbal Studies in Dera Ghazi Khan: A Review


## Abstract:

Dera Ghazi Khan is geographically located in the center of Pakistan and most of the inhabitants here belong to the Baloch tribes. Many personalities from Dera Ghazi Khan maintained close personal relations with Allama Iqbal. While Iqbal maintained continuous correspondence with many personalities. Many letters of Allama Iqbal are found written to various personalities of Dera Ghazi Khan. In addition, many researchers from Dera Ghazi Khan have also contributed their valuable contribution to Iqbalistic research. This article presents a critical review of the research work on these personalities of Dera Ghazi Khan and the Iqbalism conducted here.


**Keywords:** Dera Ghazi Khan, Allama Iqbal, Saleh Muhammad Malghani, Muhammad Ramzan Atai, Armaghan-e-Hijaz

علامہ اقبال کے حوالے سے کی جانے والی ادبی تحقیق کو اقبالیاتی تحقیق سے منسوب کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کا نام اور کلام ادبی دنیا میں مقبولِ عام اور شہرتِ دوام کا حامل ہونے کی وجہ سے علمی و ادبی تحقیق میں مشعلِ راہ کا درجہ رکھتا ہے۔ چوں کہ اقبال کی شخصیت کو عالم گیر اور آفاقی حیثیت کی حاصل ہے، اس لیے اقبالیاتی تحقیق کا دائرہ کار بھی وسیع ہے۔ اقبال نے جہاں ایک طرف اپنی شاعری کے ذریعے مسلمان قوم کو خوابِ غفلت سے جگایا، وہاں دوسری طرف برِصغیر کے طول و عرض میں اپنی ہم خیال شخصیات کو کثیر تعداد میں مکتوبات بھی تحریر کیے جو نہ

☆پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو

/☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو

صرف کلامِ اقبال کی شرح و تفسیر ہیں بلکہ اُن کے ملّی، دینی اور سیاسی نظریات کے ترجمان بھی ہیں۔ یہ خطوط در حقیقت ایک علمی و سیاسی تحریک کی مانند ہیں جو دو قومی نظریے اور قیامِ پاکستان کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

ضلع ڈیرہ غازی خان، پاکستان کے مرکز میں ہونے کی بنا پر نہ صرف منفرد جغرافیائی اہمیت کا حامل ہے بلکہ علمی و ادبی حوالے سے بھی یہ پاکستان بھر میں ایک مُسلّمہ حیثیت اور پہچان رکھتا ہے۔ بایں ہمہ اقبالیات کے حوالے سے بھی یہ خطہ ارضی زرخیز واقع ہوا ہے۔ باشندگانِ ڈیرہ غازی خان کی ایک کثیر تعداد کو علامہ اقبال سے، ان کی زندگی میں ہی، نہ صرف عقیدت مندی کا شرف حاصل رہا بلکہ اس دوران بہت سی شخصیات سے اُن کے ذاتی مراسم اور ملاقاتیں بھی ثابت ہیں۔ جب کہ کئی ایک سے ان کے مکتوبی روابط بھی قائم رہے۔ نوشتِ ہٰذا میں، اُن چیدہ چیدہ اہم شخصیات اور ڈیرہ غازی خان میں اقبال شناسی کی کوششوں کا مختصر تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ڈیرہ غازی خان کی سب سے اہم اور قابلِ ذکر شخصیت، جن کا اقبال سے نہ صرف گہرا مکتوبی رابطہ تھا بلکہ انھیں اقبال سے ملاقاتوں کا شرف بھی حاصل رہا؛ سیرت سلیمان" اور "خیابان فارسی" کے مصنف مولوی صالح محمد صالح ملغانی (۱۸۷۱ء-۱۹۵۶ء) ہیں جو ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف، قصبہ سوکڑ کے رہائشی اور معروف بلوچ قبیلہ ملغانی سے تعلق رکھتے تھے۔ شاعر اور شعر شناس تھے۔ وہ باکمال مُدرّس تھے اور طویل عرصے تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وہ سابق صدرِ پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری کے والد گرامی سردار محمد خان لغاری کے چوٹی میں اتالیق رہے تھے۔ ۱ مولوی صالح محمد ملغانی، اقبال کے عقیدت مند اور پرستار تھے۔ مولوی صالح محمد ملغانی کی، اقبال سے بالمشافہ ملاقاتوں کے بارے میں غلام اصغر کلاچی لکھتے ہیں کہ:

> "ان کی اقبال سے کئی ملاقاتوں کا احتمال ہے، [غلام] علی نتکانی، جنھوں نے "مرقع ڈیرہ غازی خان" تصنیف کی، وہ راقم کو ایک ملاقات میں بتاتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارے استاد محترم تھے۔ وہ کلاس میں اکثر اقبال پر گفتگو کرتے رہتے۔ ایک بار وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں اقبال سے ملاقات کے لیے لاہور جاتا اور ان کے پاس ٹھہرتا تو اکثر یہ مشاہدہ کرتا کہ اقبال صبح سویرے اٹھ کر زار و قطار روتے ہیں۔ اور ان کے آنسوؤں میں راوی کی سی روانی ہوتی۔" ۲

مولوی صالح محمد صالح ملغانی کے نام علامہ اقبال کے ۷ خطوط ملتے ہیں، جو کہ ہیلے کالج آف کامرس، لاہور کے پروفیسر شیخ عطاءاللہ نے مرتب کر کے اپنی تصنیف "اقبال نامہ، حصہ دوم" مطبوعہ 1951ء میں ان کے نام کے سامنے (ادیب تونسوی) لکھ کر صفحہ ۳۶۹ تا ۳۹۸ شائع کرائے۔ ان مکاتیب میں نادر معلومات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ خطوط ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء لکھے گئے۔ لیکن ان خطوط کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ

اس سے پہلے بھی اقبال اور مولوی صالح محمد کے مابین مکاتبت کا سلسلہ جاری تھا۔ انہی ایام میں جب کہ اقبال، مشہور انگریزی شاعر جان ملٹن(۱۶۰۸ء۔ ۱۶۷۴ء) کی شہر آفاق تصنیف جنتِ گم کردہ(Paradise Lost)اور جنتِ بازیافتہ(Paradise Regained) کی طرز پر اپنی یادگار تصنیف "جاوید نامہ" رقم کر رہے تھے تو انھیں مطالعہ کے لیے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ کے نایاب رسالہ "سر السّما" کی تلاش وجستجو تھی، جس کے لیے انھوں نے مولوی صالح محمد ملغانی کو حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ رحمۃ کے کتب خانہ سے معلومات حاصل کرنے کا فریضہ سونپا تھا۔ اور انھوں نے تحریک کر کے بہ توسط خواجہ صاحب، تونسہ شریف کے علاوہ بہاول پور تک تلاشِ رسالہ کی بھرپور چارہ جوئی کی تھی۔ اقبال، مولوی صالح محمد کو لکھتے ہیں کہ:

"حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سے یہ بھی معلوم کیجیے کہ آیا اُن کے بزرگوں کے کتب خانے میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کا وہ رسالہ موجود ہے، جس میں انھوں نے آسمانوں اور سیاروں کی سیر کا ذکر کیا ہے۔ مجھے اس کی مدت سے تلاش ہے۔ اب تک دست یاب نہیں ہو سکا۔ آج تک شائع بھی کسی نے نہیں کیا۔ اگر وہ رسالہ ان کے پاس نہیں تو ممکن ہے، اسی مضمون کا کسی اور بزرگ کا رسالہ موجود ہو۔"[۳]

مولوی صالح محمد ملغانی نے ہی اقبال کی مشہورِ زمانہ تصنیف "پیامِ مشرق (حصہ رباعیات)"[۴] کی منظوم شرح لکھ کر اس کا مسودہ علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جنھوں نے اس کے حاشیہ پر اپنے نوٹس تحریر کر کے واپس بھیجے تھے۔ اس ضمن میں اقبال اپنے ایک مکتوب بنام صالح محمد ملغانی میں لکھتے ہیں کہ:

"کئی دن ہوئے، میں نے آپ کے خط کے جواب میں خط لکھا تھا اور اسی خط میں آپ کی شرح پیامِ مشرق (رباعیات) کا مسودہ ملفوف تھا۔ معلوم نہیں، وہ خط آپ تک پہنچا یا نہ پہنچا۔ اگر نہیں پہنچا تو مجھے سخت افسوس ہے۔ بالخصوص اُن نوٹوں کی وجہ سے جو میں نے مسودہ مذکور کے حواشی پر کئے تھے۔ بہر حال مطلع فرمائیے کہ اطمینان ہو جائے۔"[۵]

اقبال کے اگلے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرح مذکورہ بالا کا مسودہ مولوی صالح محمد تک صحیح سالم پہنچ گیا تھا۔ اس بارے میں غلام اصغر کلاچی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"پیامِ مشرق ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی اور مولوی صالح محمد نے اس کی شرح ۱۹۳۰ء میں لکھی۔ اس شرح پر خود اقبال نے نظرِ ثانی کی تھی اور اپنے ہاتھوں سے حواشی تحریر کیے تھے۔ یہ شرح غالباً اردو کی پہلی شرح ہو گی (کلامِ اقبال پر)۔ اگر یہ شرح موجود رہتی تو

اقبال کے کلام کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی، کیوں کہ اقبال نے بڑی محنت سے اس پر حواشی لکھے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ شرح ان کی اولاد محفوظ نہ رکھ سکی۔ مولوی صالح محمد کے بیٹے ڈاکٹر احمد فاروق بیان کرتے ہیں کہ علامہ اقبال کی یہ شرح اور بہت سے اُردو اور فارسی کلام کے علاوہ ان کی بہت سی کتابیں، تفاسیر اور کئی قیمتی نسخے مولوی صالح محمد کی پہلی بیوی عالماں خاتون نے ایندھن کے طور پر استعمال کر کے جلا دیے۔"[۶]

علامہ اقبال کے مشورے پر ہی مولوی صالح محمد ملغانی نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ رحمۃ کے بارے کتاب "سیرتِ سلیمان" لکھ کر ۱۹۳۵ء میں شائع کرائی جو خواجہ سلیمانؒ کی حیات و شخصیت اور حالات کے بارے میں مستند تصنیف سمجھی جاتی ہے۔[۷]

علامہ اقبال، جب شاہِ افغانستان محمد نادر شاہ کی دعوت پر اپنے معروفِ زمانہ سفر پر افغانستان جا رہے تھے تو وہ مولوی صالح محمد کو اپنے ہم سفر بنانے کے آرزومند تھے۔ مگر افسوس کہ نجی مصروفیات کے سبب مولوی صالح محمد کو اس یادگار رفاقت کا موقع نہ مل سکا اور پھر اکتوبر ۱۹۳۳ء میں سر راس مسعود اور سیّد سلیمان ندوی اقبالؒ کے ہم رکاب رہے۔ اس سلسلہ میں اقبال، مولوی صالح محمد ملغانی کو لکھتے ہیں کہ:

"کابل جانے کا امکان ہے، آپ ساتھ ہوں تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ممکن ہے، اگست کے آخر میں۔ قونصل جنرل افغانستان متعینہ ہند (دہلی) نے مجھ سے کہا تھا کہ جشنِ استقلال کے موقع پر اعلیٰ حضرت آپ کو دعوت دینے کا قصد رکھتے ہیں۔ جشنِ استقلال وسط اگست میں ہے۔ لیکن وسط اگست میں مَیں آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے لکھنؤ جا رہا ہوں۔ اگر اس موقع پر کابل نہ جا سکا تو کسی اور موقع پر انشاء اللہ ضرور جاؤں گا۔"[۸]

مولوی صالح محمد ملغانی آخرِ عمر تک شعوری طور پر فکرِ اقبال کے قدردان رہے۔ انھوں نے ۱۹۵۲ء میں طلبہ میں عرفانِ نفس، حساس ملی اور ذوق ادب پیدا کرنے کے لیے ۱۰۵ صفحاتی درسی امدادی تصنیف "خیابانِ فارسی" کے نام سے شائع کرائی، جس میں اقبال کے بہت سے فارسی نظم پارے شامل کیے۔ کہیں کہیں ان کا، رواں اردو بھی ترجمہ لکھا۔ الفاظ و قواعد سے سوالات ترتیب دیے۔ کتاب سے رموزِ بے خودی کی "حکایت سلطان مراد و معمار" کا ایک شعر اور اس کا ترجمہ دیکھیے:

"سفتہ گوش سطوتِ شاہاں نیم
قطع کن از رُوئے قرآں دعویم[۹]

میں شاہی آدابِ سلطنت کا غلام نہیں۔ میں تو آئینِ محمدؐ کا غلام ہوں۔ پس قرآن کی رُو سے
میرا دعویٰ چکائیں۔" ۱۰

اقبال سے عقیدت کی حد تک محبت رکھنے والی ڈیرہ غازی خان کی ایک اور شخصیت علامہ محمد رمضان عطائی (۲ جوری ۱۸۹۶ء۔ ۲ اگست ۱۹۶۸ء) ہیں، جو ڈیرہ غازی خان کی معروف علمی درس گاہ "گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا" کے "صدر مُعلّم بھی رہے۔ محمد رمضان عطائی ایک علم دوست شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو، فارسی، عربی اور جاٹکی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ بلا کے روزنامچہ نویس تھے، جن کے لکھے گئے غیر مطبوعہ روزنامچوں کی ضخامت چار ہزار صفحات سے زیادہ ہے۔ ۱۱ بہ قول غلام قاسم مجاہد بلوچ:

> "محمد رمضان عطائی کا، مطبوعہ اقبالیاتی دنیا سے تعارف ۱۹۴۴ء میں اُس وقت ہوا، جب پروفیسر شیخ عطااللہ نے اپنی تالیف "اقبال نامہ، جلد اوّل" کے فہرست صفحہ "پ" پر ماسٹر محمد رمضان عطائی میانوالی لکھا۔ "میانوالی" شاید سہواً لکھا گیا تھا، جب کہ ماسٹر محمد رمضان عطائی، ڈیرہ غازی خان بلاک ۴ کے مسکونہ تھے۔۔۔۔ مکتوب کے دستیاب عکس میں بھی واضح طور پر D. G. Khan ہی مرقوم ملتا ہے۔" ۱۲

علامہ محمد رمضان عطائی نے لاہور میں علامہ اقبال سے اس وقت تین ملاقاتیں کیں جب وہ ۱۹۳۷ء میں ایم اے فارسی کا امتحان دینے گئے ہوئے تھے۔ جب کہ قبل ازیں ۱۹۲۸ء میں وہ کلام اقبال کی تضمینات لکھ کر اقبال سے بذریعہ خط و کتابت داد وصول کر چکے تھے۔ اقبال سے ملاقاتوں کا احوال، انھوں نے اپنی ایک مختصر خود نوشت میں محفوظ کر دیا تھا جسے سال ۲۰۰۰ء میں غلام قاسم مجاہد بلوچ نے کتابچے کی صورت میں بہ عنوان "اقبال اور عطائی" شائع کیا۔ علامہ رمضان عطائی کا یہ اقبالیاتی احوال نامہ ان کے وسیع مطالعہ اور گہرے ادبی ذوق کا غماز ہے، جس میں بے ساختہ پن اور برجستگی نمایاں ہے۔ یہ تصنع، عبارت آرائی یا خود نمائی سے پاک ایک ایسے منجھے ہوئے شخص کی تحریر ہے جو بادِ مخالف و حوادثِ زمانہ سے ڈٹ کر مقابلہ کرتا نظر آتا ہے۔ علامہ رمضان عطائی کو علامہ اقبال نے اپنی ایک شان دار رباعی، باقاعدہ مکتوب لکھ کر بخش دی تھی اور اجازت دی تھی کہ وہ اسے اپنے نام سے مشہور کر سکتے ہیں۔ اقبال کی وہ لازوال رباعی دیکھیے:

"تُو غنی از ہر دو عالَم، من فقیر
روزِ محشر عُذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تُو بینی نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر" ۱۳

عطا کردہ رُباعی کے ضمن میں اقبال، اپنے مختصر مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ:

"لاہور ۱۹ فروری ۳۷ء

جناب من۔ میں ایک مدت سے صاحب فراش ہوں۔ خط کتابت سے معذور ہوں۔ باقی شعر کسی کے ملکیت نہیں۔ آپ بلا تکلف وہ رباعی، جو آپ کو پسند آگئی ہے اپنے نام سے مشہور کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ والسلام

محمدؐ اقبال لاہور"۱۴

خود، اقبال سے، اپنی پہلی ملاقات کے ضمن میں علامہ رمضان عطائی لکھتے ہیں کہ:

"فقیر نے اپنا نام غلامِ بے دام عطائی بتایا تو حضرت علامہ نے دوبارہ اپنا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کیا اور فرمایا: "آپ شعر تو اچھا کہتے ہیں۔" فقیر نے عرض کیا: "قبلہ حضورِ انور کی اس رباعی کے برابر، جو اس غلام کو عطا فرمائی ہے۔ میرا تمام کلام نہیں ہو سکتا۔" اس پر فرمانے لگے: "ہاں وہ رباعی بہت پڑھا کریں، شاید خداوندِ کریم مجھے اس کے طفیل ہی بخش دے۔ پس میں نے رباعی پڑھنا شروع کی۔"۱۵

علامہ رمضان عطائی، فارسی دانی کے سبب کلامِ اقبال سے متاثر تھے۔ بالآخر انھوں نے وہ کام کر دکھایا جو کسی اور شیدائی رسول ﷺ اور محبِّ اقبال کے حصے میں نہ آیا۔ انھوں نے ذوقِ وجد میں دِلّی جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ جسارت کر ڈالی، جو پہلے کسی نے کی اور نہ ہی بعد میں کسی منگتے کو ایسا سوال کرنے کی جرات ہو سکی۔ انھوں نے اقبال سے اُن کی وہ رُباعی اپنے لیے بطور توشۂ آخرت طلب کر لی جس کو سنوارنے کی اقبال نے پچاس بار کوشش کی تھی۔ لیکن اقبال نے کمال فراخ دِلّی اور فیاضی سے وہ رُباعی انھیں دان کر دی۔ اس فارسی رباعی کے نعم البدل رباعی کے بارے رمضان عطائی لکھتے ہیں کہ:

"آخر ایک دن یعنی دس مارچ ۱۹۴۰ء کو سرِ راہ جب بندہ علی بخش کی معیت میں جاوید اقبال کو دُعا کر کے واپس آ رہا تھا تو چوہدری محمدؐ حسین صاحب راستے میں ملے اور اپنے ساتھ اپنے دولت کدے پر لے گئے۔ جہاں انھوں نے نہ صرف ظاہری خاطر و مدارات کیں بلکہ حضرت پیر و مرشد کا قلمی نسخہ ارمغانِ حجاز اُن کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا دکھایا اور خصوصاً اس رباعی کو قلم زن کر کے جو مجھے عطا فرمائی تھی، دوسری رباعی لکھی ہوئی دکھائی۔ اللہ اکبر! وہ رباعی یہ ہے، تاکہ مقابلہ کرتے وقت اصل اور عکس کا لُطف آ جائے:

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر

شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رُسوا حضورِ خواجہؐ مارا
حسابِ من زچشمِ او نہاں گیر[۱۶]

اس میں کلام نہیں کہ رُباعی بخشیدہ کے مترادف ہے، لیکن وہ کہاں اور یہ کہاں! میں اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ نعمتِ مترقبہ مجھے مل گئی جس کے بارے میں مولوی محمد ابراہیم صاحب نے یہاں تک لکھا کہ "ظالم عطائی! کان کنی تو میں نے کی اور گوہر تُو اڑا لے گیا۔ بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ حضرت غریب نواز اتنی فیاضی کریں گے تو میں اپنی تمام جائیداد دے کر یہ رُباعی حاصل کرتا اور مرتے وقت اپنی پیشانی پر لکھوا جاتا۔" فقیر بھی ان شاء اللہ العزیز یہی وصیت کرے گا کہ میرے مرنے پر اگر کوئی وارث موجود ہو تو رباعی مذکور میرے ماتھے پر لکھ دے اور میرے چہرے کو سیاہ کر دے۔"[۱۷]

بخشیدہ رباعی جو اقبال نے "ارمغانِ حجاز" کے لیے لکھ رکھی تھی، حسبِ وعدہ انھوں نے اسے اپنی کسی کتاب میں شائع نہیں کیا۔

علامہ رمضان عطائی، صاحبِ ذوق شخصیت تھے۔ انھوں نے اقبال کی وفات پر ایک پُرتاثیر مرثیہ نظم بعنوان "آہ اقبال آہ" لکھی جس سے ان کی شعری عظمت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نظم دیکھیے:

"آہ اقبال آہ

گرد آلودہ فلک پر ہے تاریکی چھائی ہوئی
ہے قضا گویا فضائے دہر میں آئی ہوئی
ہر زباں خاموش، ہر لب بند ہے مثلِ سکوت
آہ اٹھتی ہے جگر سے لیک گھبرائی ہوئی
فلک پر شمس و قمر خاموش و سرافگندہ ہیں
ہے رُخِ ارضِ وسیع پر مردنی چھائی ہوئی
وسعت ہندوستاں، ماتم کدہ سی بن گئی

ہے طیورِ چمن کی آواز گھبرائی ہوئی
بخت ہند سے شان اقبالی کنارہ کش ہوئی
نظر آتی ہے گھٹا ادبار کی چھائی ہوئی
لے گئی اقبال کو آ کر قضا سوئے عدم
بدنصیبی کی جہاں میں بزم آرائی ہوئی
لے گئی طلبِ اجل، ملکِ ادب کا تاجدار
جس کی ہیبت تھی جہانِ شعر پر چھائی ہوئی" ۱۸

اقبال کے ساتھ علامہ رمضان عطائی کا روحانی تعلق ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہا۔ اقبال کی وفات کے بعد جب ان کا بہ سلسلۂ ملازمت تبادلہ، ضلع جہلم میں ہوا تو وہ ہر ہفتے، چھٹی کا دن لاہور گزارنے چلے جاتے، جہاں وہ مزارِ اقبال کی تعمیر کے دوران، مرقدِ اقبال کے قریب بیٹھ کر سارا دن گزار دیتے۔ وہ باقاعدگی اور اہتمام کے ساتھ تادمِ مرگ ہر سال اقبال کا عرس بھی مناتے رہے، جس کا ذکر ان کی خودنوشت میں مرقوم ہے۔ علامہ محمد رمضان عطائی کا جب اس عالم رنگ و بو سے کوچ ہوا تو انھیں، بانیٔ شہر دیرا غازی خان، نواب غازی خان میرانی بلوچ کے مزار کے مشرقی پہلو میں لحد آغوش کیا گیا، جہاں ان کی لوحِ تُربت پر اقبال کی بخشیدہ رباعی کندہ ہے۔ ۱۹

علامہ اقبال دلی طور پر، ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھنے والی بزرگ شخصیات حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی (۱۷۷۰ء۔۱۸۵۰ء) اور حضرت خواجہ غلام فرید (۱۸۴۱ء۔۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء) کے باطنی علم اور روحانی مقام و مرتبہ کے قائل تھے۔ وہ ایک مکتوب گرامی بنام مولوی صالح محمد ملغانی میں لکھتے ہیں کہ:

"گذشتہ رات میرے ہاں بہت سے احباب کا مجمع تھا، مسلمانانِ ہندوستان کی عام روحانیت کا ذکر تھا اور بہت سے احباب مسلمانوں کے موجودہ انحطاط سے متاثر ہو کر مایوسی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں مَیں نے ریمارک کیا کہ جس قوم سے خواجہ سلیمان تونسوی، شاہ فضل الرّحمٰن گنج مراد آبادی اور خواجہ فرید چاچڑاں شریف والے، اب اس زمانے میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں، اس کی روحانیت کا خزانہ ابھی ختم نہیں ہوا۔" ۲۰

علامہ اقبال سے مراسم رکھنے والی معتبر شخصیت پیرطریقت حضرت خواجہ نظام الدّین تونسوی علیہ رحمۃ (۹جولائی ۱۹۱۰ء۔۸جون ۱۹۶۵ء) ہیں جو خان وادۂ عالی، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ رحمۃ کے چشم و چراغ تھے۔ علامہ اقبال کے مکاتیب بنام صالح محمد ملغانی میں خواجہ ممدوح کا ذکر خیر بالتکرار موجود ہے۔ اقبال اور خواجہ نظام الدّین تونسوی کے نظریات میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔ وہ تصوّرِ جہاد، مغربی تہذیب و الحاد اور ردِ قادیانیت میں ہم خیال تھے۔ اقبال اُمتِ مسلمہ کے احیا و بقا کے لیے متحدہ ہندوستان کی خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کو جمع کر کے ان سے حفاظتِ ملت کا عملی کام لینا چاہتے تھے۔ اس کے خاکے کا ذکر مکاتیب بنام مولوی صالح محمد ملغانی میں موجود ہے۔ اقبال، صوفیا کرام کی مدد سے ملّی حفاظت کی جس تحریک کے خواہش مند تھے، اس کا سر خیل وہ خواجہ صاحب کو بنانا چاہتے تھے اور خواجہ صاحب بھی اس کارِ خیر کے لیے عملی طور پر تیار تھے۔ وہ اقبال کی تجویز پر ہی دیگر سجادہ نشینوں کے ہم راہ پاک پتن میں جمع ہوئے تھے، لیکن اقبال درد دندان کے سبب اس اجتماع میں مجبوراً شریک نہ ہو سکے تھے۔ اقبال، مولوی صالح محمد کو لکھتے ہیں کہ:

> "خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ وہ ایسے نوجوان سجادہ نشینوں کو ایک جگہ جمع کر لیں۔ میں بھی وہاں حاضر ہو کر ان کی مشاورت میں مدد دوں گا۔ یہ جلسہ فی الحال پرائیویٹ ہو گا۔ میرے خیال میں ایسے نوجوانوں کی کافی تعداد ہے۔ فی الحال سندھ اور پنجاب کے حضرات ہی جمع ہوں۔ بعض کے نام میں جانتا ہوں۔ مگر غالباً خواجہ صاحب اور آپ اُن حضرات کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ غرض یہ کہ اُن کے نام دعوت جاری ہو اور اس پر اگر میرے دستخط کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔ اس خط کو معمولی نہ تصور فرمایئے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیریت ہو گا۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلامِ شوق عرض کیجیے۔"۲۱

خواجہ صاحب اور علامہ اقبال کی ایک دوسرے کے ساتھ مکاتبت تھی۔ اقبال کا ایک مختصر خط بھی بہ نام خواجہ صاحب شائع ہو چکا ہے، جو خواجہ صاحب کی طرف سے اقبال کی خیر خیریت دریافت کرنے کے جواب میں ہے:

> "لاہور ۱۸۔ اپریل ۳۶ء
> جناب خواجہ صاحب مکرم۔ السلام علیکم
> آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے۔ جسکے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میں خدا کے فضل و کرم سے تندرست ہوں۔ بہ نسبت سابقہ صحت نے خاصی ترقی کی ہے۔ آواز میں بھی فرق ہے۔ اخباروں نے میری صحت کے متعلق بہت غلط فہمی پھیلائی۔ آپ کے تار کا جواب

[میں ]نے بھوپال سے دیدیا تھا۔امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر وعافیت ہو گا۔زیادہ کیا عرض، سوائے اس کے کہ دعا فرمائیے۔والسلام

محمد اقبال لاہور" ۲۲؎

ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف، کوٹ قیصرانی کی ایک اور علمی شخصیت جن کو اقبال سے تین، چار ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا؛ عطا محمد قیصرانی (۱۹۱۱ء۔۲۱مئی ۱۹۹۷ء) تھے۔وہ بہ سلسلہ ایم اے فارسی، لاہور میں اقامت گزین تھے۔عطا محمد قیصرانی نے ایم اے فارسی کے ضمن میں اقبال سے کچھ رہ نمائی بھی لی تھی۔ بعد میں یہ صدر معلم گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا، ڈیرہ غازی خان اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس(ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر) تعینات رہے۔اقبال سے اپنی ملاقاتوں کے ضمن میں وہ بیان کرتے ہیں کہ اقبال کو ڈیرہ غازی خان کے لوگوں اور بلوچ قبائل کی بود و باش، گزران، رسوم و رواج اور تہذیب و ثقافت میں دلچسپی تھی۔وہ اس بارے میں کافی معلومات رکھتے تھے۔ان ملاقاتوں سے اقبال کی علمی ترفع فکری اور ظریفانہ مزاج کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ایک اقتباس دیکھیے:

"اچھا بلوچ! یہ آپ کے "تمن مار" کیا ہوتے ہیں؟ میں نے انھیں بتایا کہ "جناب یہ "تمن مار" نہیں ہوتے بلکہ "تمن دار" ہوتے ہیں۔ تمن بلوچی کا لفظ ہے جس کے معنی قبیلہ کے ہیں۔ جس بلوچ قبیلہ کی مسلح لڑاکا آبادی دس ہزار کے قریب ہوتی ہے۔اس کے سربراہ کو "تمن دار" کہتے ہیں۔ علامہ صاحب نے بلوچ "تمن دار" کا جس انداز میں خاکہ اُڑایا تھا، اور ذو معنی بات کی تھی۔یعنی "مار' بہ معنی سانپ۔مار بہ معنی مارنا، قتل کرنا۔"تمن مار" بہ معنی "تمن کا سانپ" یا "تمن مار" بہ معنی "تمن کا قاتل"۔۔۔۔گویا دونوں صورتوں میں یکساں مہلک! بلوچ قبائل کے اکثر غدار اور انگریزی مفادات کے محافظ و وفادار سرداروں کی خود غرضی کو انھوں نے جس واحد مگر بلیغ ترکیب میں بیان فرمایا تھا، وہ ان کی اسلامی اور ملیّ طرزِ فکر کا بے مثل اظہار تھا۔"۲۳؎

اقبال کے حوالے سے عطا محمد قیصرانی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اقبال نے انھیں خود طلب فرمایا تھا۔اور انھوں نے دو ایرانی مسافر سکالروں اور لاہور کے پروفیسر کے ایم متر اکا یادگار واقعہ، اقبال سے بیان کیا تھا کہ:

"علامہ صاحب نے خود مجھے طلب فرما کر ملاقات کا اعزاز بخشا تھا۔ دراصل اس ملاقات کے پسِ منظر میں ایک دل چسپ واقعہ تھا۔ وہ یہ کہ غالباً ۱۹۳۵ء میں، مَیں کراچی سے لاہور بہ ذریعہ ریل سفر کر رہا تھا۔میرے ساتھ دو ایرانی مسافر بھی محوِ سفر تھے۔اس سفر میں، ریل کے ڈبے میں برتھ پر، علامہ اقبالؒ کی کتاب: مثنوی پس چہ باید کرد، اے اقوام

شرق؟ میرے زیرِ مطالعہ تھی۔ سکھر کے قریب ایک ایرانی نے جو نیچے سیٹ پر بیٹھے ہوئے مجھے کتاب پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا، نے مجھ سے وہ کتاب دیکھنے کے لیے طلب کی اور یہ بھی پوچھا کہ: "ایں کتاب از کیست؟" تو میں نے کتاب ان کو دیتے ہوئے کہا کہ ایں از علامہ اقبال است۔ اس نے وہ کتاب لے لی۔ اس کے دوسرے ایرانی ساتھی نے اس سے پوچھا کہ: "ایں اقبال بہ مقابلہ (قزوینی یا کسی اور شاعر کا نام لیا تھا جو اب مجھے یاد نہیں ہے) چون است؟" تو اس کتاب بردار ایرانی نے جواب دیا کہ: "آں آب جو، ایں بحر بے کراں!" اس طرح پھر جب میں لاہور پہنچ گیا تو کچھ دنوں بعد ہمارا دیال سنگھ کالج میں پروفیسر کھیم چند مِترا کے پاس ایک لیکچر تھا۔ اس وقت ہماری یونی ورسٹی کلاسیں دوسرے کالجوں میں بھی جایا کرتی تھیں۔ چناں چہ پروفیسر کے ایم مترا نے اپنے لیکچر کے دوران اقبال کے بارے میں فرمایا کہ علامہ صاحب نے تو فارسی میں لکھ کر ایسے ہی تکلف کیا ہے، ان کے لیے تو اردو ہی اچھی تھی۔ چناں چہ پروفیسر کے ایم مترا کے اس تبصرے کے ساتھ مجھے قطعی اتفاق نہ ہوا۔ ایک تو اس لیے کہ میں فارسی کا طالب علم تھا۔ دوسرا ان دو ایرانیوں کا واقعہ اور تبصرہ بھی میرے پیش نظر تھا۔ چناں چہ میں اعتراض کے لیے پروفیسر مترا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور ان سے کہا کہ "نہیں جناب! اقبال کی فارسی شاعری تو ان کی اُردو شاعری سے بہ درجہا بہتر ہے۔" انھوں نے وضاحت طلب کی کہ: "وہ کیسے؟" تو میں نے انھیں ان دو ایرانی ہم سفروں کے تبصرے سے آگاہ کیا اور انھیں بتایا کہ: "دیکھیں، ایرانی تو فارسی کے ماہر ہوتے ہیں اور وہ اقبال کو بحرِ بے کراں تصور کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ علامہ صاحب نے فارسی میں لکھ کر ایسے ہی تکلف کیا ہے۔" انھوں نے فرمایا کہ: "ہو گا، لیکن میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔" اس طرح اچھی خاصی بحث ہوتی رہی۔ اس بحث کی اطلاع کسی طرح علامہ صاحب کو پہنچ گئی کہ شام کو ہمارے یونی ورسٹی فیلو، اُن سے ملتے رہتے تھے۔ چناں چہ میرے کسی یونی ورسٹی فیلو کے ذریعے علامہ صاحب نے کہلا بھیجا کہ: "وہاں کوئی قیصرانی لڑکا ہے، اسے میرے پاس بھیج دینا۔" چناں چہ اس دن تو میں کسی مجبوری کے سبب ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ لیکن دوسرے دن تقریباً تین بجے بعد از دوپہر ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حسبِ دستور علیک سلیک کے بعد میں ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ: "ہاں بیٹا! کے ایم مترا کے ساتھ آپ کی کیا گفت و گو ہوئی؟" میں نے انھیں سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ سنایا۔ انھوں نے میری مفصل

گفت و گو سننے کے بعد فرمایا کہ: "وہ (مترا) بھی ٹھیک کہتے ہیں اور آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے عرض کی کہ جناب وہ کیسے ٹھیک کہتے ہیں؟ وہ تو فارسی کا صحیح تلفظ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ بُود کو بَود، مانِد کا ماند پڑھتے ہیں۔ تو علامہ صاحب نے فرمایا کہ: "فارسی کا انگریزی ترجمہ تو ٹھیک کرتے ہیں نا؟" میں نے عرض کی کہ جی ہاں! انگریزی ترجمہ تو ٹھیک کرتے ہیں۔" ۲۴

عطا محمد قیصرانی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور جسد خاکی کے ساتھ ساتھ بادشاہی مسجد تک چلتے رہے تھے۔

علامہ اقبال سے تعلق رکھنے والی ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف، منگڑوٹھہ، کی ایک اور اقبال دوست شخصیت اور سردار عبدالعظیم خان نتکانی (۱۸۹۵ء۔۱۹۸۵ء) تھے۔ انھیں اقبال سے ہم نشینی کا اعزاز حاصل تھا۔ غلام علی خان نتکانی (۲۴ جنوری ۱۹۲۹ء۔۶ جون ۲۰۱۳ء) اپنی تصنیف "مرقع ڈیرہ غازی خان" میں لکھتے ہیں کہ:

"علامہ اقبال سے انھیں بڑی عقیدت مندی تھی اور ان سے ہم نشینی کا شرف بھی انھیں حاصل تھا۔ سردار محمد عبدالعظیم خان کی علامہ موصوف سے خط و کتابت بھی رہی۔ اور علامہ صاحب کے چند خطوط وہ اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔" ۲۵

سردار محمد عبدالعظیم خان نتکانی کے نام اقبال کے تین خطوط بہ توسط اُن کے مختیارِ کار میاں اللہ بخش، اب شائع شدہ موجود ملتے ہیں جن کو اوراق "گم گشتہ" کے مصنف ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے ۱۹۹۶ء نے شائع کیا تھا۔ ۲۶ علامہ اقبال نے سردار موصوف کو اپنے کتب خانے کی فہرست تیار کرنے اور کتب اسلامی ادارہ انجمن حمایت اسلام کے اشاعتِ اسلام کالج کو عطیہ کرنے کا مشورہ دیا تھا جس پر انھوں نے مِن وعَن عمل کیا۔ سات سو کے لگ بھگ عربی، فارسی اور سندھی کتب بر اصناف تفسیر، حدیث، سیر، فقہ، اذکار، تاریخ و تذکرہ، شعر و ادب، طب اور لُغت وغیرہ کو منگ لوٹھ (منگڑوٹھہ) سے بیلوں کے رتھ پر لدوا کر، دریائے سندھ کو کشتی سے عبور کرتے ہوئے کوٹ سلطان سے بذریعہ ریلوے پارسل لاہور ارسال کیا تھا۔ ان کا یہ علمی جذبہ اور شاعرِ ملت کے فرمان کا احترام ایک قابلِ افتخار اور یادگار کارنامہ ہے۔ ۲۷

سردار موصوف کی علامہ اقبال کی حیات و افکار پر ایک یادگار نظم بھی موجود ملتی ہے۔

ڈیرہ غازی خان، چوٹی کے ایک اقبال شناس استاد، شاعر اور کالم نگار محمد رمضان خالد براہانی (۱۹۱۰ء۔۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء) تھے جو ہفت روزہ "بلال" ڈیرہ غازی خان، میں "گاموں سچار" (وزیر اعظم نواب غازی خان میرانی) کے قلمی نام سے مضامین لکھتے تھے۔ انھیں ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۷ء اُس وقت اقبال سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جب وہ لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ ایک ملاقات میں اقبال نے اُن سے استفسار کیا تھا کہ:

> "کیا میرا کلام بھی بلوچوں میں پڑھا جاتا ہے؟ کیا وہاں اتنی تعلیم ہے کہ میرے کلام کو سمجھ سکیں؟ براہانی نے اثبات میں جواب دیا کہ: "جی ہاں جناب! بلوچ آپ کے کلام کو سمجھتے ہیں۔" پھر اقبال نے وضاحت فرمائی کہ "میں نے بھی بلوچوں کا علاقہ دیکھا ہے اور میں بلوچ علاقے سے گزرا ہوں۔ میں فورٹ سنڈے مین (ژوب، بلوچستان) میں اپنے بھائی عطا محمد کے پاس گیا تھا۔ میں نے بلوچوں کی تہذیب اور ان کی مہمان نوازی کو دیکھا ہے اور بہت خوش ہوا ہوں۔"[۲۸]

علامہ اقبال نے رمضان خالد کو اپنے علاقے میں فروغ تعلیم کی جانب توجہ دلائی تھی۔ رمضان خالد کے شاگرد اور سخی سرور کے ریٹائرڈ استاد غلام یٰسین خان کنگرانی بیان کرتے ہیں کہ:

> "علامہ اقبال نے محمد رمضان خالد براہانی سے یہ بھی پوچھا تھا کہ 'آپ گریجویشن کے بعد کیا کریں گے؟' تو رمضان خالد نے کہا 'میرے والد بوڑھے ہیں، میں ملازمت کروں گا اور ان کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ اقبال نے فرمایا: "اس سے تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہاں سے تعلیم مکمل کر کے واپس اپنی بستی جائیں اور وہاں جا کر بستی کے تمام بچوں کو تعلیم دیں۔ ان کو تعلیم سے روشناس کرائیں۔ اصل کام یہ ہے۔" رمضان خالد براہانی حصول تعلیم کے بعد واپس بستی آئے اور اقبال کے مشورے پر اپنی بستی کے بچوں کو تعلیم دی۔ بہ حیثیت استاد ہی خدمات سر انجام دیتے رہے۔"[۲۹]

محمد رمضان خالد براہانی نے اقبال کی نظمیں "ساقی نامہ" اور "بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" کی طرز پر منظومات لکھیں۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام بہ قدر ۵۰ صفحات ان کے فرزند شیر ناصر خان کے پاس محفوظ ہے۔

علامہ اقبال سے تعلق رکھنے والی ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف، وہوا (باہو) کی ایک شاعر اور سیاسی شخصیت سردار ربّ نواز خان کھتران (۸ فروری ۱۸۹۲ء۔۱۷ اگست ۱۹۶۰ء) تھے جن کی اقبال سے مکاتبت تھی۔ اُن کے نام اقبال کا ۱۹۳۰ء میں نوشتہ ایک مختصر جوابی مکتوب گرامی مطبوعہ ملتا ہے۔ اس عہد میں انگریز، مقامی سرداروں کو خدمت کے عوض، زمینوں کے مربع جات عطا کر رہے تھے۔ جب کہ

سردار موصوف محروم رہے تو انھوں نے اقبال سے درخواست کی کہ وزیر پنجاب میاں فضل حسین سے اس ضمن میں سفارش کریں۔ لیکن اقبال نے انھیں خود، وزیر موصوف سے ملنے کا مشورہ دیا۔ جب ان کا مقصد حل ہو گیا تو اقبال کو آگاہ کیا گیا۔ چناں چہ اقبال کا خط اسی تناظر میں ہے جس کا متن درج ذیل ہے:۔

"لاہور ۲۶ جولائی ۳۰ء

جناب سردار صاحب، السّلام علیکم

آپ کا والا نامہ مل گیا ہے جس کے لئے شکر گزار ہوں۔ الحمد ہر طرح خیریت ہے۔ مجھے یہ

سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔ اَللّٰھُمّ زِد فَزِد۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسّلام

مخلص محمدؐ اقبال" ۳۰؎

ڈیرہ غازی خان شہر کے رہائشی شیخ فیض محمد ایڈوکیٹ (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۲ء) جو قیام پاکستان کے وقت ریاست بہاول پور اسمبلی کے سپیکر تھے، کے نام اقبال کا ایک مکتوب ملتا ہے جس میں اقبال نے ان کی لڑکیوں اور لڑکوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی تحریک کی تحسین کی۔ باوجود اس کے کہ دونوں کے سیاسی نظریات مختلف تھے۔ اقبال کا مکتوب دیکھیے:

"۱۲۔ اپریل ۳۳ء

جناب من۔ السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے، جسکے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میری رائے میں اس وقت مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ گذشتہ پچاس سال کی تعلیمی مساعی کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اور یہ نتیجہ کسی طرح بھی امید افزا نہیں ہے۔ اگر اس وقت حالات میں تبدیلی نہ لائی گئی تو مسلمانوں کی آئندہ نسل کا خدا حافظ ہے۔ آپ کی تحریک سے مجھے دلی ہم دردی ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ آپ کو آپکے عزائم میں کامیاب کرے۔ والسلام۔

مخلص محمدؐ اقبال" ۳۱؎

ڈیرہ غازی خان، چوٹی کی عالم شخصیت علامہ عبدالرشید نسیم طالوت (یکم فروری ۱۹۰۹ء۔ ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء) جو شاعر بھی تھے، کی نہ صرف اقبال کے ساتھ مکاتبت رہی تھی بل کہ مولانا حسین احمد مدنی کے ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کے نظریۂ وطنیت کے بیان کہ: "آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں" سے اقبال نے فکری اختلاف کرتے ہوئے تین اشعار شائع کرائے:

"عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زِ دیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زِ مقام محمد عربی است
بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!" ۳۲

ان اشعار سے مولانا کے عقیدت مندوں کو رنج ہوا۔ چناں چہ دو بڑی شخصیات کی فکری اختلافی نزع کو سلجھانے کے لیے علامہ نسیم طالوت نے اقبال سے بہ ذریعہ مکتوب رابطہ رکھا۔ اس سلسلہ میں اقبال کے دو مکاتیب علامہ نسیم طالوت کے نام پر مطبوعہ ملتے ہیں۔ علامہ نسیم طالوت بعد میں ملتان اقامت گزین ہو گئے تھے۔

ڈیرہ غازی خان کے اہلِ قلم کی جانب سے اقبال پر مضامین نگاری کا سلسلہ اُن کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں جب صادق ایجرٹن کالج بہاول پور سے ۲۰۷ صفحاتی کالج مجلہ "نخلستانِ ادب" کا اقبال نمبر: تین زبانوں اُردو، دیوناگری ہندی اور انگریزی میں نکالا گیا تو اس کے ایک حصے کے مدیر ڈیرہ غازی خان، راجن پور کے اقبال شناس طالب علم (بعدہٗ ہیڈ ماسٹر) محمد نواز شہید (اگست ۱۹۲۰ء۔ ۲۰۰۵ء) تھے۔ ۳۳ اس مجلے میں ڈیرہ غازی خان کے متعدد دیگر طلبا نے بھی حیات و فکر اقبال پر مضامین اور منظومات لکھ کر شائع کرائے۔ مجلے میں قائد اعظم محمد علی جناح اور سر شیخ عبد القادر (دیباچہ نگار بانگِ درا) کے پیغامات نیز پروفیسر ڈاکٹر خواجہ ایف ایم شجاع منعمی کے اقبال پر مضامین بھی شائع کیے گئے۔ اس اقبال نمبر مجلہ میں اقبال پر ڈیرہ غازی خان کے طلبہ کی ابتدائی مطبوعہ کاوشوں کے عناوین دیکھیے:

محمد نواز شہید: اقبال کا نظریۂ خودی، ص: ۷۳۔۱۰۰،
محمد نواز شہید: فلسفۂ حیات [کلام قبال]، ص: ۱۰۱،
اللہ داد قیصرانی [کوٹ قیصرانی]: اقبال اور مسلم، ۱۲۱۔۱۲۳،
محمد نواز شہید: اقبال [فارسی نظم]، ص: ۱۲۸،
محمد نواز شہید: رباعی [اقبال] ۱۳۷،
غلام قادر آزاد تونسوی [بعدہٗ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول نمبر ۲ ڈیرہ غازی خان]: پیام اقبال، ص: ۱۴۱۔۱۴۴،

محمد نواز وہوی [وہوا، بعدہٗ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول پھگلہ]: اقبال (سوانح حیات)، ص: ۱۵۴۔۱۵۶،

محمد نواز شہید: رباعی [کلام اقبال]، ۱۶۲،

قادر بخش المعروف مرید باغی، [ملک: بعدہٗ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر]: حیاتِ ابدی، ص: ۱۷۹۔۱۸۱،

محمد نواز شہید: اقبال کی موت پر [مرثیہ اقبال، جو ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو لکھا گیا تھا]، ص: ۱۸۷۔۱۸۸،

Mohammed Nawaz Shaheed [Editor]: Editorial Notes, 91-105

Mohammed Nawaz Shaheed: Destiny in Iqbal, 114-126

Saman [Mohammed Nawaz Shaheed's pseudonym]: Iqbal's Conception of the Fine Arts, .133-140

ڈیرہ غازی خان میں، وفاتِ اقبال کے اکتیس برس بعد عوامی سطح پر اقبال شناسی کے لیے ۲۱۔ اگست ۱۹۶۹ء کو اساتذہ، شعرا، ڈاکٹر اور صحافی حضرات، باہمی مشاورت سے "بزمِ اقبال" کا قیام عمل میں لائے۔ ماسٹر محمد حنیف لکھتے ہیں کہ:

> "یومِ استقلال کی تقریب کے سلسلہ میں [بہ تاریخ] ۲۱۔ اگست ۱۹۶۹ء کو ایم سی ہائی سکول ڈیرہ غازی خان بلاک نمبر ۱۰ میں ایک مختصر شعری نشست کا انعقاد ہوا۔ یہ جلسہ زیرِ صدارت ضلع کے نامور صحافی اور اہلِ قلم جناب عبد الصمد قریشی علیگ منعقد ہوا۔ سٹیج سکرٹری کے فرائض راقم الحروف نے سر انجام دیے۔ خصوصی مہمان کی حیثیت سے ڈاکٹر پیر بخش صاحب [لغاری] اور محمود خان بُزدار ایڈیٹر ہفت روزہ بلال نے شرکت فرمائی۔ اُردو شعرا کے علاوہ سرائیکی زبان کے شعرا کرام نے بھی حصہ لیا۔۔۔۔ مشاعرہ رات گئے تک ہوتا رہا۔ آخر میں بزمِ اقبال کے قیام کے سلسلہ میں متفقہ طور پر [طے] پایا کہ ماسٹر غلام علی صاحب تنکانی جو اس بزم کے روحِ رواں ہیں، کو کنوینر مقرر کیا گیا جو متفقین کو ممبر بننے پر آمادہ کریں گے۔"[۳۴]

دوسرے سال ۲۲۔ اپریل ۱۹۷۰ء کو بزمِ اقبال ڈیرہ غازی خان نے یومِ اقبال کی تقریب کا انعقاد کیا جس میں پرنسپل گورنمنٹ کالج سعد اختر، خاور جسکانی، پروفیسر شریف اشرف، محسن نقوی (شاعر)، استاد وحید تابش (شاعر) جیسی شخصیات شریک ہوئیں۔ جہاں ماسٹر محمد حنیف نے "فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں"، محمود بزدار نے "اقبال کا نظریہ علم الکلام" اور پروفیسر عطاءاللہ نے "اقبال کا نظریہ ارتکاز زر" جیسے موضوعات پر مقالات پڑھے۔ بزمِ اقبال (جس کے پہلے کنوینر "مرقع ڈیرہ غازی خان" کے مصنف اُستاد غلام علی تنکانی مقرر کیے

گئے تھے)، تعلیمی اداروں میں یوم اقبال مناتی۔ اقبال شناسی کے حوالے سے پروگرام منعقد کرائے جاتے جن کی خبر اور روداد اخبارات میں شائع کرائے جاتے۔ اس طرح بزمِ اقبال سے اقبالیات کو عوامی سطح پر روشناس کرایا جاتا رہا۔

ڈیرہ غازی خان کے مصنفین نے بھی اقبالیاتی مضامین اور کتب کی اشاعت سے اقبالیات کو منظر عام کیا۔ اس طرح انھوں نے وسیع پیمانے پر فروغ اقبالیات کے لیے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ ایسے مصنفین میں سرفہرست پروفیسر ڈاکٹر طاہر تونسوی (۱۹۴۸ء۔۳۱ دسمبر ۲۰۱۹ء) تھے، جنھوں نے حیات وافکارِ اقبال کے مختلف گوشوں پر پانچ کے لگ بھگ طبع زاد اور مرتب تصنیفات شائع کرائیں، جن میں:

حیاتِ اقبال، ۱۹۷۷ء
اقبال اور سید سلیمان ندوی، ۱۹۷۷ء
اقبال اور مشاہیر، ۱۹۷۸ء
اقبال اور عظیم شخصیات، ۱۹۷۹ء
اقبال شناسی اور نخلستان، ۱۹۸۸ء،

شامل ہیں۔ "اقبال شناسی اور نخلستان" میں مجلہ نخلستان کے متفرق شماروں میں اقبال پر شائع ہونے والے ادیبوں کے مضامین اور مقالات کو یک جا کر کے شائع کیا گیا۔

ڈیرہ غازی خان تونسہ شریف، جھکھیں زام، کوہ سلیمان کے غلام قاسم مجاہد بلوچ (مصنف: "بلوچی نامہ قاسم"، "عبداللہ استاد کی کہانی اور رحیم آباد کا پانی" اور "بیاض دیرہ") نے بزم اقبال، ڈیرہ غازی خان کی پلیٹ فارم سے جون ۲۰۰۰ء میں ایک ۴۳ صفحاتی کتابچہ "اقبال اور عطائی" شائع کرایا جو علامہ محمد رمضان عطائی کا اقبال کے ساتھ تین ملاقاتوں پر مبنی خود نوشت ہے۔ اس کتابچے کی تدوین واشاعت سے اقبالیاتی ملفوظات اور ایک اہم اقبالیاتی ماخذ کو منظر عام کیا گیا۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ ۱۹۸۹ء سے باقاعدہ طور پر اقبالیاتی تحقیق کے میدان میں آئے۔ اپریل ۱۹۹۴ء سے بہ حوالہ اقبال شناسی، ان کے مضامین اخبارات کی زینت بننے لگے۔ ڈیرہ غازی خان میں ۱۹۹۵ء سے بزم اقبال کو فعال بنانے کے لیے پیش رفت کی۔ سال ۱۹۹۹ء تا ۲۰۱۵ء ڈیرہ غازی خان کے مختلف تعلیمی اداروں: گورنمنٹ کالج برائے ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ مردانہ، ہائیر سیکنڈری سکول سخی سرور اور انڈس انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ میں تواتر کے ساتھ یوم اقبال کی چھوٹی بڑی تقریبات کا انعقاد کراتے رہے۔ طلبہ، اساتذہ، اور عوام الناس کو حیات وفکر اقبال کے مختلف گوشوں سے آشنا کرتے رہے۔ یوم اقبال کی خبر اور روداد مقامی اور ملکی اخبارات ورسائل میں شائع کراتے رہے۔ وہ اب تک چھوٹی بڑی چالیس کے لگ بھگ اقبالیاتی نگارشات: سہ ماہی اقبالیات لاہور، سہ ماہی تعلیمی زاویے

لاہور، ماہنامہ ماہ نو لاہور، ماہنامہ اخبارِ اردو اسلام آباد، غازی ریسرچ جرنل ڈیرہ غازی خان، ماہتاک بلوچی لبزانک حب بلوچستان، ماہنامہ بلوچی دنیا ملتان، روزنامہ جنگ ملتان، روزنامہ نوائے وقت ملتان و دیگر میں شائع کرا چکے ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کی اس علمی شخصیت نے پہلی بار کلام اقبال کا کچھ منظوم بلوچی ترجمہ شائع کرایا، جس میں اقبال کی شہرہ آفاق نظم "شکوہ" بھی شامل ہے۔[۳۵]

ڈیرہ غازی خان کی اقبال دوست شخصیت ہاشم شیر خان ایڈوکیٹ (مصنف: "دیوان عاقل جوگی" اور "ڈیرہ غازی خان کے تہذیبی خدو خال") نے اقبال پر، مارچ ۲۰۰۱ء اگست میں ۳۱۵ صفحاتی تصنیف "علامہ اقبال اور ڈیرہ غازی خان" بیکن بکس ملتان سے شائع کرائی جس میں انھوں نے اقبال پر سابقہ کتب میں ڈیرہ غازی خان کی شخصیات: مولوی صالح محمد ملغانی، علامہ محمد رمضان عطائی، سردار رب نواز خان کھتران، سردار عبدالعظیم خان تنگانی کے مختار کار میاں اللہ بخش، شیخ فیض محمد اور علامہ عبدالرشید نسیم طالوت کے مطبوعہ خطوط در اقبال نامہ از پروفیسر شیخ عطاؤاللہ، خطوط اقبال از پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، سہ ماہی اقبالیات لاہور (مکاتیب از پروفیسر ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)، کلیاتِ مکاتیب اقبال از سید مظفر حسین برنی، اقبال اور عطائی از غلام قاسم مجاہد بلوچ نیز کچھ دیگر ذرائع سے خطوط وغیرہ لے کر یک جا کر کے شائع کرائے اور ساتھ ہی مفید توضیحاتی حواشی کا بھی اہتمام کیا۔ موضوع "علامہ اقبال اور ڈیرہ غازی خان" کے حوالے سے یہ پہلی تصنیف ہے جو منظر عام پر لائی گئی۔[۳۶]

سال ۲۰۰۳ء میں ڈیرہ غازی خان، جام پور کی فاضل شخصیت پروفیسر ڈاکٹر اسلم عزیز درانی نے اقبالیات کے حوالے سے ایک تصنیف "اقبال اور طالوت" زکریا پبلشنگ ہاؤس ملتان سے شائع کرائی۔ اسی طرح ڈیرہ غازی خان، گدائی کے رہائشی سینئر ماہر مضمون اُردو سید کوثر حسین شاہ نے اپنے مقالہ ایم فل "علامہ اقبال کی سوانح عمریوں کا تجزیہ" کو بھی کتابی صورت میں شائع کرایا۔

ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف کے محبوب عالم تنگانی نے جولائی ۲۰۱۲ء میں اپنی ۲۴۱ صفحاتی تصنیف "پاکستان کے ثقافتی مسائل اور تعلیماتِ اقبال" بزمِ اقبال ۲۔ کلب روڈ لاہور سے شائع کرائی، جو درحقیقت ان کے ایم فل کا مقالہ ہے۔ اقبالیاتی بیانیہ تحقیق پر مبنی وقیع تصنیف پانچ ابواب: "ثقافت کا تصور، اقبال اور ثقافت، تحریک پاکستان کے ثقافتی محرکات، اقبال اور تصور پاکستان، پاکستان کے ثقافتی مسائل اور تعلیمات اقبال" کی حامل ہے۔[۳۷]

اگست ۲۰۱۶ء میں ڈاکٹر غلام قاسم مجاہد بلوچ (صدر بزم اقبال دیرا غازی خان و رُکن قومی صدارتی ایوارڈ کمیٹی اقبال اکادمی پاکستان لاہور) نے ۴۸۲ صفحاتی تصنیف "بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات" کو اظہار سنز لاہور سے شائع کرایا جو ان کا تقابلی تحقیق پر مبنی ایم فل کا مقالہ ہے۔ اس مقالہ کو ۱۹۹۶ء میں علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے کل پاکستان اقبالیاتی مقالات مقابلہ میں اوّل قرار دے کر انعام کا مستحق

قرار دیا گیا تھا جو خطہ ڈیرہ غازی خان کے لیے اقبال شناسی کے حوالے سے ایک سنگِ میل اعزاز ہے۔ تصنیف چھے ابواب: "اقبال کی شخصیت واسلوب کے عمومی اثرات، اقبال کے افکار و نظریات کے اثرات (اسلامی و مابعد الطبیعاتی نظریات)، معاشرتی تخریبی عوامل کے اثرات، تمدنی تعمیری عوامل کے بارے نظریات، متفرق نظریات، بہار آخر شُد" کی حامل ہے۔ جس میں فکرِ اقبال کے مختلف پہلوؤں کا بلوچی ادب کے حوالے سے وسیع تناظر میں تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ تصنیف پاکستان کی اقبالیاتی تحقیق میں مختصر حوالہ نگاری کے حوالے سے واحد مثال ہے۔۳۸

ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف کوہ سلیمان، بارتھی کی کتاب دوست شخصیت اور صدر معلم صوفی شیر محمد بُزدار نقش بندی مجددی (مصنف: "تجدید فقر"، "گلدستۂ فقر" اور "عدم برداشت (زیرِ اشاعت)") نے سال ۲۰۲۰ء میں ۲۳۸ صفحاتی اقبالیاتی تصنیف "فلسفۂ اخلاق: علامہ اقبال اور شیخ سعدی کی نظر میں" مثال پبلشرز فیصل آباد سے شائع کرائی جو در حقیقت اُن کے تقابلی تحقیق پر مبنی ایم فل کا مقالہ "علامہ اقبال اور شیخ سعدی کا فلسفۂ اخلاق" کا ترمیمی روپ ہے۔ تاہم آسان تفہیم کے لیے اس میں انھوں نے اقبال اور سعدی کے دقیق فارسی اشعار کے اردو ترجمہ کا اضافہ کیا ہے۔ تصنیف، سات ابواب: "سعدی شیرازی، علامہ محمد اقبال، مشرقی و مغربی فلسفہ ہائے اخلاق، فضائلِ اخلاق کی دنیا شیخ سعدی اور علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں، رذائلِ اخلاق کی دنیا شیخ سعدی اور علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں، سعدی و اقبال کے فلسفہ ہائے اخلاق کا موازنہ، اختتامِ مقالہ" پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب تونسہ شریف کے معروف دینی مدرسہ "جامعہ سلیمانیہ" درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔۳۹

خطہ ڈیرہ غازی خان میں سندی تحقیق کے لیے متعدد سکالر، مقامی طور پر یونی ورسٹی کی عدم موجودگی کے سبب، شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد سے ایم فل اقبالیات کے مقالات تسوید کرتے رہے۔ ان میں:

سید خادم حسین بخاری: حالی پیش رو اقبال، نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم درانی، ۱۹۹۵ء، صفحات، ۲۰۱،

غلام قاسم مجاہد بلوچ: بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات، نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، ۱۹۹۶ء، صفحات، ۳۵۶،

محبوب علم تنگانی: پاکستان کے ثقافتی مسائل اور تعلیمات اقبال، نگران: پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۷۲،

راؤ بشیر احمد: ڈیرہ غازی خان میں اقبال شناسی، نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی، ۲۰۰۱ء، صفحات، ۳۱۱،

غلام نازک شہزاد: سرائیکی زبان میں اقبال شناسی کی روایت، نگران: پروفیسر ڈاکٹر اسلم انصاری، ۲۰۰۱ء، صفحات، ۲۵۰،

صوفی شیر محمد بُزدار: علامہ اقبال اور شیخ سعدی کا فلسفۂ اخلاق، نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم حیات درانی، ۲۰۰۴ء، صفحات، ۲۴۳،

اللہ وسایا اختر سنجرانی: افکار معلم کی اقبال شناسی، ایک توضیحی مطالعہ، نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی، ۲۰۰۹ء، صفحات؛ ۲۰۴،

غلام اصغر کلاچی: مولوی صالح محمد صالح ادیب تونسوی، فن و شخصیت، نگران: پروفیسر ڈاکٹر قاضی عابد، ۲۰۱۳ء، صفحات، ۲۵۱، قابل ذکر ہیں۔

المختصر، ڈیرہ غازی خان میں اقبال شناسی کے حوالے سے حیاتِ اقبال کے عہد میں ہی اس خطے کے مختلف علاقوں سے اساتذہ، طلباء، سیاسی زعما اور وکلا نے اقبال سے ملاقاتیں شروع کر دی تھیں۔ اقبال اور ان کے مابین خط و کتابت، کلامِ اقبال کے تراجم، اقبال سے گفت گو اور ملفوظات قلم بند کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مولوی صالح محمد صالح ملغانی کو کلامِ اقبال (پیام مشرق) کے پہلے شارح ہونے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کی مختلف شخصیات کے نام اقبال کے ۲۶ سے زائد خطوط ہیں جو مختلف مجموعہ ہائے مکاتیب میں چھپ کر منظرِ عام ہو چکے ہیں، اِن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ ڈیرہ غازی خان، اقبال کے محبّ و مداح تھے اور اقبال کو بھی اس سرزمین کے لوگوں سے عقیدت مندانہ لگاؤ تھا۔ اقبال کے ۱۷ خطوط بنام مولوی صالح محمد ملغانی، اقبال نامہ جلد دوم میں شامل ہیں، جن کی تعداد مہاراجہ سر کشن پرشاد (۲۰ مکتوب)، ماسٹر محمد عبداللہ چغتائی (۱۹ مکتوب) کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ یہ مکتوب بڑی شخصیات: اکبرالہ آبادی (۱۶ مکتوب)، اختر شیرانی (۱۴ مکتوب)، قائداعظم (۱۳ مکتوب)، عطیہ فیضی ( ۱۰ مکتوب) اور مولوی عبدالحق کے (۷ مکتوب) سے بھی زیادہ ہیں۔ اقبال نے اپنی لعل و گہر جیسی ایک قیمتی رباعی بھی ڈیرہ غازی خان کی علمی شخصیت علامہ محمد رمضان عطائی کو بخش دی تھی۔ ڈیرہ غازی خان اقبال شناسی کے حوالے سے خاصا ثروت مند ہے جہاں کے اقبال شناس، فقدانِ سہولیات کے باوجود پاکستان کے دیگر علمی و ادبی مراکز سے دُور، فروغِ اقبالیات کے لیے حتی المقدور کوشاں ہیں۔ اقبال پر محمد نواز شہید کے مضامین و منظومات نیز ڈاکٹر طاہر تونسوی، ہاشم شیر اور دیگر کی کتب کے علاوہ سیّد خادم حسین بخاری، ڈاکٹر غلام قاسم مجاہد بلوچ، محبوب علم نیکانی، غلام نازک شہزاد، راؤ بشیر احمد، صوفی شیر محمد بُزدار، ڈاکٹر اللہ وسایا اختر سنجرانی، اور ڈاکٹر غلام اصغر کلاچی جیسے محققین نے تحقیقی مقالات نگاری کی صورت، اقبالیات پر محنت اور جاں فشانی سے کام کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں

ہزار بادۂ نا خوردہ دررگِ تاک است!

## حوالہ جات

۱۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "ایک اقبال شناس بلوچ شخصیّت: مولوی صالح محمد ملغانی"، مشمولہ "ہفت روزہ بلال، ڈیرہ غازی خان، ج:۴۶، ش: ۴۵، ۴۶، (۶۔۱۳ نومبر ۱۹۹۶ء)، ص ۲

۱۔ غلام اصغر کلاچی، ڈاکٹر: مولوی صالح محمد صالح ادیب تونسوی: فن و شخصیت (غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل) (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۰۸۔۲۰۹

۳۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اقبال نامہ، حصہ دوم، (لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب، کشمیری بازار، ۱۹۵۱ء)، ص ۳۷۳

۴۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: پیامِ مشرق، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹ سرکلر روڈ چوک انار کلی، طبع نوزدہم، ۱۹۸۹ء) ص ۲۵

۵۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اقبال نامہ، حصہ دوم، محولہ بالا، ص ۳۶۹

۶۔ غلام اصغر کلاچی، ڈاکٹر: مولوی صالح محمد صالح ادیب تونسوی: فن و شخصیت، محولہ بالا، ص ۲۱۱

۷۔ صالح محمد صالح: سیرت سلیمان، (ملتان: اجمیری کتاب گھر، پیر پٹھان روڈ، ۱۹۳۵ء)، ص ۷

۸۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اقبال نامہ، حصہ دوم، محولہ بالا، ص ۳۷۹۔۳۸۰

۹۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اسرار و رموز، (لاہور: شیخ نیاز احمد، مطبع غلام علی پرنٹرز، اشرافیہ پارک، طبع چہاردہم، ۱۹۹۰ء) ص ۱۰۷

۱۰۔ صالح محمد صالح تونسوی: خیابان فارسی، تیسر اگلدستہ، (ملتان: مکتبہ صدیقیہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء)، ص ۲۹

۱۱۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: اقبال اور عطائی، (ڈیرہ غازی خان: بزم اقبال، جون ۲۰۰۰ء)، ص ۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۰

۱۴۔ ایضا، ص بیک ٹائٹل

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۹۔۲۰

۱۶۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ارمغانِ حجاز، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشر، طبع چہاردہم، اگست ۱۹۸۶ء)، ص ۱۸

۱۷۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: اقبال اور عطائی، محولہ بالا، ص ۳۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۶

۱۹۔ ایضاً، ص ۸

۲۰۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اقبال نامہ، حصہ دوم، محولہ بالا، ص ۳۷۷

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۸۵

۲۲۔ ہاشم شیر خان: اقبال اور ڈیرہ غازی خان، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۱ء)، ص ۳۱۵

۲۳۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "ایک بلوچ طالب علم کی علامہ اقبال سے چند ملاقاتیں" مشمولہ: ماہتاک بلوچی لبزانک، حب بلوچستان، ج: ۷، ش: ۰۴، (۴ فروری، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۴

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۵

۲۵۔ غلام علی نتکانی: مرقع ڈیرہ غازی خان، حصہ اوّل، (تونسہ شریف: جمہوری کتاب گھر، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۵۸۔

۲۶۔ رحیم بخش شاہین، پروفیسر ڈاکٹر: "اقبال کے تین نایاب خطوط" مشمولہ: سہ ماہی اقبالیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ج: ۳۶، ش: ۴ (جنوری۔ مارچ ۱۹۶۶ء)، ص ۲۱-۲۳

۲۷۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "اقبال اور سردار عبد العظیم خان نوذ حقانی بلوچ" مشمولہ "پندرہ روزہ پلیڈر، ڈیرہ غازی خان، ج: ۱، ش: ۱۳، ۱۴ (۱۔۳۱ جولائی ۲۰۰۰ء)، ص ۲۹

۲۸۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "محمد رمضان خالد براہمانی بلوچ اور اقبال" مشمولہ: روزنامہ نوائے وقت (سنڈے میگزین)، ملتان، (۴ نومبر ۲۰۰۷ء)، ص: ۷

۲۹۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات، (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۔ اردو بازار، اگست ۲۰۱۶ء)، ص ۱۵

۳۰۔ رفیع الدین ہاشمی: خطوطِ اقبال، (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۶ء)، ص ۱۹۴

۳۱۔ ہاشم شیر خان: اقبال اور ڈیرہ غازی خان، محولہ بالا، ص ۱۷

۳۲۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ارمغانِ حجاز (حصہ اردو)، محولہ بالا، ص ۴۹

۳۳۔ نخلستانِ ادب، اقبال نمبر: (صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور، ۱۹۴۱ء)، ص ۱۶۰

۳۴۔ ماسٹر محمد حنیف صاحب: "بزمِ اقبال کا قیام اور مشاعرہ" مشمولہ: ہفت روزہ بلال، ڈیرہ غازی خان، (اگست ۱۹۶۹ء)، ص ۳

۳۵۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: بیاض دیرہ، (یونی ورسٹی کالج آف ایجوکیشن غازی پارک، دیرہ غازی خان، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۷۲

۳۶۔ ہاشم شیر خان: اقبال اور ڈیرہ غازی خان، محولہ بالا، ص ۱-۳۱۵

۳۷۔ محبوب علی نتکانی: پاکستان کے ثقافتی مسائل اور تعلیماتِ اقبال (لاہور: بزمِ اقبال ۲۔ کلب روڈ، ۲۰۱۲ء) ص ۱-۲۴۱

۳۸۔ غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات، محولہ بالا، ص ۱-۴۸۲

۳۹۔ شیر محمد بُزدار، صوفی نقش بندی مجددی: فلسفۂ اخلاق: علامہ اقبال اور شیخ سعدی کی نظر میں (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۰ء)، ص ۱-۲۳۸

## ماخذات


اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: پیامِ مشرق، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹ سرکلر روڈ چوک انار کلی، طبع نوزدہم، ۱۹۸۹ء

اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اقبال نامہ، حصہ دوم، (مرتبہ) شیخ عطاءاللہ، لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب، کشمیری بازار، ۱۹۵۱ء

اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: خطوطِ اقبال، (مرتبہ) رفیع الدین ہاشمی، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۶ء

اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ارمغانِ حجاز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشر، طبع چہاردہم، اگست ۱۹۸۶ء

اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: اسرار و رموز، لاہور: شیخ نیاز احمد، مطبع غلام علی پرنٹرز، اشرافیہ پارک، طبع چہاردہم، ۱۹۹۰ء

رحیم بخش شاہین، پروفیسر ڈاکٹر: "اقبال کے تین نایاب خطوط" مشمولہ: سہ ماہی اقبالیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ج: ۳۶، ش: ۴، جنوری۔ مارچ ۱۹۹۶ء

شیر محمد بُزدار، صوفی، نقش بندی مجددی: فلسفۂ اخلاق: علامہ اقبال اور شیخ سعدی کی نظر میں، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۰ء

صالح محمد صالح تونسوی: خیابان فارسی، تیسر اگلدستہ، ملتان: مکتبہ صدیقیہ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء

صالح محمد صالح: سیرت سلیمان، ملتان: اجمیری کتاب گھر، پیر پٹھان روڈ، ۱۹۳۵ء

غلام اصغر کلاچی، ڈاکٹر: مولوی صالح محمد صالح ادیب تونسوی: فن و شخصیت (غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل)، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۲۰۱۳ء

غلام علی نتکانی: مرقع ڈیرہ غازی خان، حصہ اوّل، تونسہ شریف: جمہوری کتاب گھر، ۱۹۸۶ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "اقبال اور سردار عبدالعظیم خان نوذ حقانی بلوچ" مشمولہ "پندرہ روزہ پلیڈر، ڈیرہ غازی خان، ج: ۱، ش: ۳، ۱۴، ۱-۳۱ جولائی ۲۰۰۰ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "ایک اقبال شناس بلوچ شخصیت: مولوی صالح محمد ملغانی"، مشمولہ " ہفت روزہ بلال، ڈیرہ غازی خان، ج: ۴۶، ش: ۴۶، ۴۵، ۶-۱۳ نومبر ۱۹۹۶ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: اقبال اور عطائی، دیرہ غازی خان: بزمِ اقبال، جون ۲۰۰۰ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات، لاہور: اظہار سنز، ۱۹۔ اردو بازار، اگست ۲۰۱۶ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: بیاض دیرہ، دیرہ غازی خان: یونی ورسٹی کالج آف ایجوکیشن غازی پارک، ۲۰۰۵ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "ایک بلوچ طالب علم کی علامہ اقبال سے چند ملاقاتیں" مشمولہ: ماہتاک بلوچی لبزانک، حب بلوچستان، ج:۷، ش:۴، ۴۰ فروری، ۱۹۹۶ء

غلام قاسم مجاہد بلوچ، ڈاکٹر: "محمد رمضان خالد براہمانی بلوچ اور اقبال" مشمولہ: روزنامہ نوائے وقت (سنڈے میگزین)، ملتان، ۴ نومبر ۲۰۰۷ء

ماسٹر محمد حنیف صاحب: "بزمِ اقبال کا قیام اور مشاعرہ" مشمولہ: ہفت روزہ بلال، ڈیرہ غازی خان، اگست ۱۹۶۹ء

محبوب علی نتکانی: پاکستان کے ثقافتی مسائل اور تعلیماتِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال ۲۔ کلب روڈ، ۲۰۱۲ء

نخلستانِ ادب، اقبال نمبر، صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور، ۱۹۴۱ء

ہاشم شیر خان، : اقبال اور ڈیرہ غازی خان، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۱ء


**References:**


1.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, "Aik Iqbal Shanas Baloch Shakhsiyat, Maulvi Saleh Muhammad Malghani" contents: Weekly Bilal, Volume No. 46, Issue No. 45-46, D.G. Khan, November 6-13, 1996, p. 2.

2.Dr. Ghulam Asghar Kalachi, "Molvi Saleh Muhammad Saleh adeeb Taunsvi: Fun-o-Shakhsiyat" (Thesis for M.Phil., Allama Iqbal Open University, 2013), p. 208-209.

3.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Iqbal Nama (Part II), edited by: Sheikh Attaullah (Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf Tajer Kotob, Kashmiri Bazaar, 1951), p. 373.

4.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Piyam-e-Mashriq, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and sons, 199 circular Road Chaok Anarkali, 19th Edition, 1989), p. 25

5.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Iqbal Nama (Part II), op. cit., p. 369.

6.Molvi Saleh Muhammad Saleh adeeb Taunsvi: Fun-o-Shakhsiyat, p. 211.

7.Saleh Muhammad Saleh, Seerat-e-Sulaiman, (Multan: Ajmeri Kitab Ghar, Peer Pathan Road, 1935), p. 7

8.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Iqbal Nama (Part II), op. cit., p. 379-380.

9.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Israr-o-Ramooz, (Lahore: Sheikh Niaz Ahmad, Ghulam Ali printers, Ashrafiya Park, 14th Edition, 1990), p. 107

10.Saleh Muhammad Saleh Taunsvi, Khayaban-e-Farsi, 3rd Gul dasta, (Multan: Maktabah Siddiqiya, 1952), p. 29

11.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, Iqbal aur Atai, (Dera Ghazi Khan: Bazm-e-Iqbal, Dera Ghazi Khan, Pakistan, June 2000), p. 5.

12.Ibid, p. 7.

13.Ibid, p. 20.

14.Ibid, p. Back Title

15.Ibid, p. 19-20.

16.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Armaghan-e-Hijaz, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and sons Publishers, 14th Edition, August 1986), p. 18

17.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch ,Iqbal aur Atai, op. cit., p. 35.

18.Ibid, p. 6.

19.Ibid, p. 8.

20.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Iqbal Nama (Part II), op. cit., p.377.

21.Ibid, p. 385.

22.Hashim Sher Khan, Iqbal aur Dera Ghazi Khan (Maktobat, Molaqaten, Monaqsha, Nazriya awtan), (Multan: Beacon Books, 2001), p. 315.

23.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, “Aik Baloch Talib ilm ki Allama Iqbal say chand mulaqatain”, published: Mahtak Balochi Labzank, Hub Balochistan, Volume No. 7, Issue No. 40, February 4, 1996, p. 54.

24.Ibid, p. 55.

25.Ghulam Ali Natkani, Murqa-e-Dera Ghazi Khan (Part I), (Taunsa Sharif: Jamhori Kitab Ghar, 1986), p. 258.

26.Prof. Dr. Raheem Bakhsh Shaheen, “Iqbal kay Teen Nayab Khatoot”, contents: Iqbal Review Three Monthly, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, Volume No. 36, Issue No. 4, January to March 1996, p. 21-23.

27.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, “Iqbal aur Sardar Abdul Azim Khan Nooz Haqqani Baloch” included: Fortnightly Pleader, Volume No. 1, Issue: 13, 14, Dera Ghazi Khan, July 2000, p. 29.

28.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, “Muhammad Ramzan Khan Brahmani Baloch aur Iqbal” Daily Nawa-e-Waqt (Sunday Magazine), Multan, November 4, 2007, p. 7.

29.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, Iqbal ke Balochi adab par asraat, (Lahore: Izhar Sons, 19. Urdu Bazaar, August 2016), p. 15.

30.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Khotot-e-Iqbal, edited by: Rafi-ud-Din Hashmi, (Lahore: Maktaba Khayaban-e-Adab, 1976), p. 194.

31.Hashim Sher Khan, Iqbal aur Dera Ghazi Khan, op. cit., p. 71.

32.Dr. Allama Muhammad Iqbal, Armaghan-e-Hijaz (Part Urdu), op. cit., p. 49

33.Nakhlistan-e-adab, Iqbal No: (Sadiq Ajertan College, Bahawal pur, 1941), p.160

34.Master Muhammad Haneef, “Bazm-e-Iqbal ka Qiyam aur Moshaira” included: Weekly Bilal, D.G. Khan, August 1969, p. 3.

35.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, Biaz-e-Dera, (University college of education Ghazi Park, Dera Ghazi Khan, 2005), p. 372

36.Hashim Sher Khan, Iqbal aur Dera Ghazi Khan, p. 1-315.

37.Mahboob Ali Notkani, Pakistan ke Saqafti Masail aur Talemat-e-Iqbal, (Lahore: Bazm-e-Iqbal 2-club road, 2012), p. 1-241

38.Dr. Ghulam Qasim Mujahid Baloch, Iqbal ke Balochi adab par asrat, p. 1-482.

39.Sofi Sher Muhammad Buzdar, Falsafa-e-Akhlaq: Allama Iqbal aur Sheikh Sadi ki nazar men, (Faisal Abad: Misal Publishers, 2020), p. 1-238.